سوانح

حضرت میثم تمارؒ

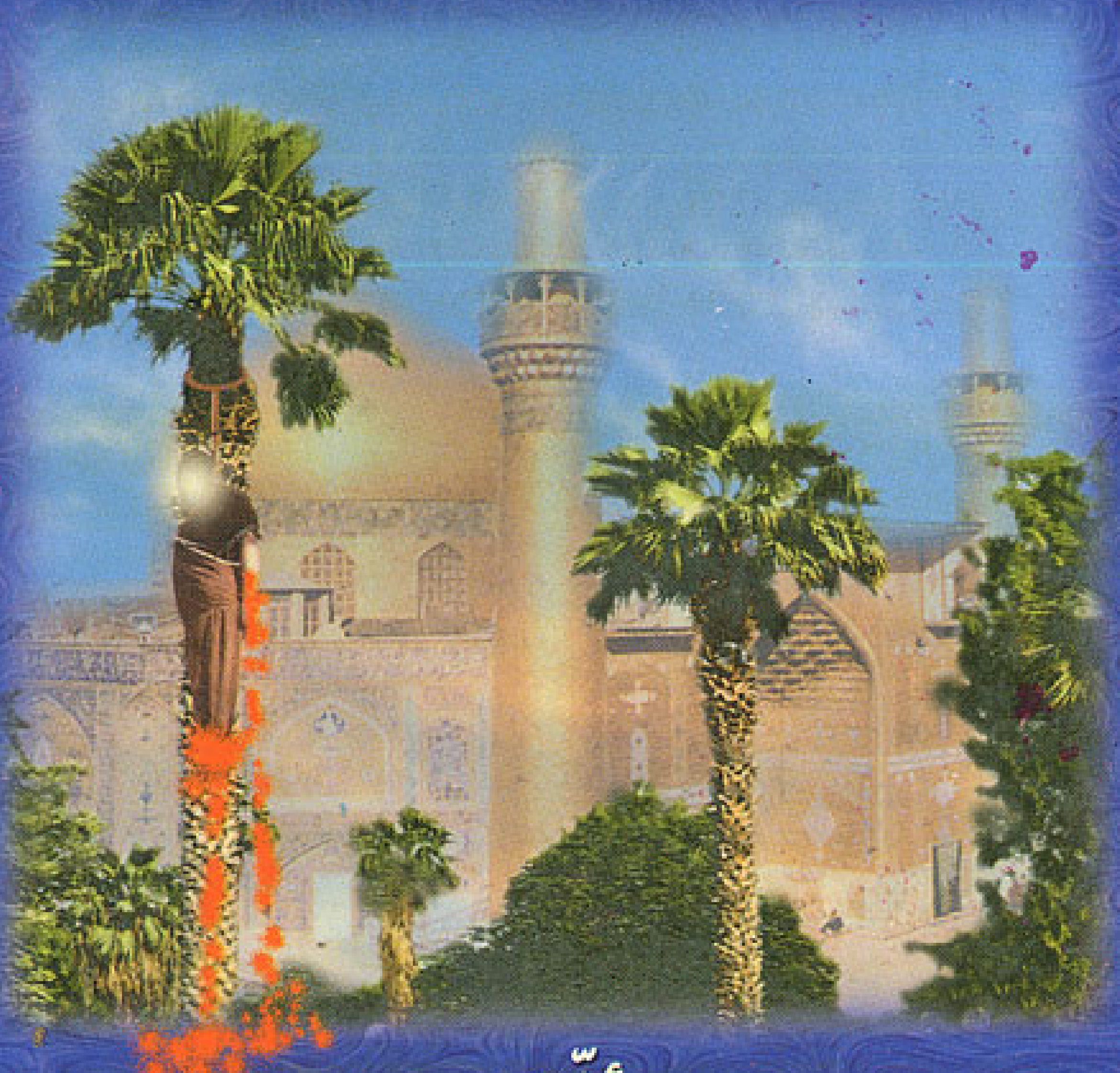
مؤلف:

الحاج مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ نوگانوی ممتاز الافاضل

رحمت اللہ بک ایجنسی
کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۷۴۰۰۰
فون: 2431577

سوانح

حضرت میثم تمارؒ



مؤلف

الحاج مولانا مقبول احمد صاحب نوگانوی ممتاز الافاضل

فہرست مضامین

جناب میثم تمار

ابو سالم میثم تمار بن یحییٰ التمار امیرالمومنینؑ کے آزاد کردہ غلام آپؑ کے مخصوص صحابی و حواری، آپؑ کے رموز و اسرار اور علوم کے خزینہ دار تھے۔ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

میثم کو امیرالمومنینؑ نے بے شمار علم اور مخفی اسرار پر مطلع کیا تھا ضروری تو یہ تھا کہ حدیث و سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ان کے تفصیلی حالات اور ان کے علمی آثار کا ذکر ہوتا کیونکہ میثم ایسے بزرگ کی زندگی اسلام اور مسلمانوں کے لیے فخر و ناز کا سرمایہ اور مسلمانوں کے لیے محاسن افعال کا بہترین محرک ہے مگر افسوس کہ میثم اور ان کے جیسے مجسمۂ علم و عمل بہت سے بزرگوں کے اوراق حیات ضائع و برباد ہو گئے۔ کتابوں میں ان کے بہت مختصر حالات ملتے ہیں۔ ان کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر پردے پڑے ہوتے ہیں۔ وہ کس قوم و قبیلہ کے تھے، ان کا اصلی وطن کہاں تھا اور کہاں سے چل کر کوفہ پہنچے؟ کب مسلمان ہوئے؟ کیا ان کے والد ان سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے؟ کیا ان کے والد بھی غلام تھے؟ کس عمر میں جناب میثم درجۂ شہادت پر فائز ہوئے؟ ان کے علمی آثار کیا ہیں اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کتابوں میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بہرحال ہمیں جو کچھ ان کے حالات معلوم ہو سکے، نذرِ ناظرین کر رہے ہیں۔

میثمؓ کا قوم و قبیلہ اور ان کا وطن

میثم اور ان کے والد دونوں عربی ناموں پر ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ اصلاً عربی ہیں۔ عجم والے بھی اگرچہ عربی نام رکھتے تھے مگر اس کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب اسلام ہر طرف پھیل چکا تھا اور عربوں کے اقتدار کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا غلبہ بھی بلادِ عجم پر ہو چکا تھا۔ کوئی تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ ایرانی حکومت اقتدار کے زمانے میں بھی وہاں کے باشندوں کے نام عربی ناموں جیسے ہوا کرتے تھے

یہی حال ان کی وطنیت کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نہروانی تھے۔ نہروان ایک بڑا علاقہ ہے۔ بغداد اور واسط کے مشرقی جانب یاقوت حموی نے معجم البلدان میں بس اسی ایک نہروان کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ میثم عرب ہی کے رہنے والے تھے عجمی نہ تھے۔ البتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل میں وہ عجم کے رہنے والے ہوں۔ رہ گیا نام تو ممکن ہے کہ اہل عجم بھی عربی ناموں پر اپنے نام رکھتے ہوں خصوصیت کے ساتھ اس علاقہ کے باشندے جو عرب کے پڑوس میں تھے۔ اسی طرح نہروان اگرچہ یہ عراق میں واقع ہے۔ لیکن عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے مشرق میں واقع ہے۔ ایرانی حکومت میں واقع تھا اور شاہانِ فارس کے دارالسلطنت

سے بہت قریب تھا۔

میثم کے عجمی ہونے کے ثبوت میں امیرالمومنینؑ کے الفاظ سے بھی تصدیق ہوتی ہے جب امیرالمومنینؑ نے قبیلہ بنی اسد کی ایک خاتون سے انہیں خرید کیا اور آپ نے ان کا نام پوچھا اور انھوں نے اپنا نام میثم بتایا تو آپ نے فرمایا "تمہارے والد نے عجم میں تمہارا نام میثم رکھا تھا اسی طرح یہ بات بھی طے شدہ نہیں کہ عجم خاص کر ایران والوں کو کہا جاتا تھا یا دوسرے علاقوں کو بھی عام طور پر اہل عرب اپنے کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا کے لوگوں کو جس میں ایران وغیرہ سبھی شامل ہیں عجم کہتے تھے۔ پھر انہیں نہروانی جو کہا جاتا ہے تو آیا اس وجہ سے کہ یہ نہروان میں پیدا ہوئے تھے یا کہیں اور سے آکر نہروان میں بس گئے تھے۔ ان تمام باتوں میں سے کسی بات کے متعلق قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

میثمؓ کا اسلام

تاریخ کی کسی کتاب سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب کوفہ آئے، قبیلہ بنی اسد کی عورت کیونکر مالک ہوئی، کب وہ اسلام لائے؟ البتہ گمان ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی غلامی میں آنے کے پہلے ہی وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے جب

ان سے کہا کہ رسول اللہؐ مجھے خبر دے چکے ہیں کہ تمہارے وطن عجم میں تمہارے والد نے تمہارا نام میثم رکھا تھا تو میثم نے کہا تھا صدق اللہ و رسولہ و صدق امیرالمومنین سچ کہا خدا اور رسولؐ نے اور سچ فرماتے ہیں امیرالمومنینؑ اس جملے سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ مومن اور امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آنے سے پہلے ہی آپ کے دوست داروں اور ارادت مندوں میں سے تھے۔

میثم غلام تھے

جناب میثم قبیلۂ بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے (ارشاد شیخ مفید) امیرالمومنینؑ نے انھیں خرید کر آزاد کیا لیکن ان کے غلام ہونے کی وجہ سے یہ ضروری نہیں کہ وہ اسود حبشی بھی ہوں۔ اس لیے کہ عربوں نے فارس اور آس پاس کے تمام ملکوں کو فتح کر لیا تھا جہاں کے باشندے سفید رنگ کے تھے اور فتح کے نتیجے میں جتنے کافر قید ہوئے وہ غلام بنائے گئے۔ اس بناء پر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میثم حبشی تھے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ سفید رنگ کے رہے ہوں گے کیونکہ ان کا اصل وطن نہروان تھا اور وہاں کے لوگ سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر ان کا وطن حبشہ، سوڈان، نوبہ وغیرہ ہوتا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ میثم حبشی تھے۔

رسول اللہؐ اور میثمؓ

جناب میثم کی یہ شان و منزلت ہے کہ رسولؐ خدا نے آپ کے بارے میں امیرالمومنینؑ کو وصیتیں فرمائیں پیغمبرِ خداؐ کے بعد آنے والوں میں ہمیں گنتی کے دو چار افراد ہی ایسے ملتے ہیں جن کا ذکر پیغمبرِ خداؐ کی زبان پر آیا ہو، جیسے زید بن صوحانؓ اویس قرنیؓ، میثم تمارؓ وغیرہ۔ حالانکہ بعد کے آنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور ان میں مجاہدین اور علماء صالحین بھی خاصی تعداد میں ہوئے۔

امیرالمومنینؑ اور میثمؓ

امیرالمومنینؑ سے میثمؓ کو وہی نسبت تھی جو جناب سلمان فارسیؓ کو پیغمبرِ خداؐ سے حاصل تھی ابنِ زیاد نے انہیں محض اسی تقرب اور صحابیٔ امیرالمومنینؑ ہونے اور آپ کی محبت میں مشہور ہونے کے سبب قتل کیا۔ ابنِ زیاد نے انہیں قتل کرتے وقت کہا تھا۔ میثمؓ نے امیرالمومنینؑ سے اتنا علم حاصل کیا کہ آپ کے صحابہ میں بلحاظ علم سب پر فوقیت کے حاصل ہوئے پھر امیرالمومنینؑ کی وفات کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے اکتساب علم کیا۔ امیرالمومنینؑ مسجد سے نکل کر میثم کی دکان پر تشریف لاتے۔ میثم کھجوریں بیچا کرتے

تھے۔ امیرالمومنینؑ ان سے مصروفِ گفتگو ہوا کرتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آپ میثم کو کسی کام سے بھیج دیتے اور ان کی غیر موجودگی میں کوئی خریدار آتا تو میثم کی جگہ خود اسے کھجوریں تول کر دے دیتے۔ ایک دن اسی طرح میثم کی عدم موجودگی میں آپؑ نے کسی خریدار کو کھجوریں تول کر دیں اور خریدار کھوٹا سکہ دے کر چلتا بنا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کھجوریں وہاں جا کر کڑوی ہی نکلیں گی۔ تھوڑی ہی دیر میں گاہک کھجوریں لے کر واپس آیا کہ یہ تو کڑوی ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے اس کا کھوٹا درہم اسے واپس کر دیا۔

(بحارالانوار ج ۵ ص ۵۷۳ بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب)

کتنا عظیم المرتبت تھا وہ امام اور کتنا عظیم المرتبت تھا وہ ماموم۔ امام بازار میں ایک رعیت کی دکان پر بیٹھے ہیں اور اس کی طرف سے کھجوریں فروخت کرتے ہیں۔ یہ امام کے تواضع کی انتہا اور اہل ایمان و علم کے ساتھ محبت و مہربانی کی بہترین مثال ہے۔ اور ماموم ایسا رفیع المنزلت کہ امامِ وقت اور بادشاہ زمانہ اس کے پاس بیٹھتے ہیں حالانکہ اس کی حیثیت ایک کھجور بیچنے والے سے زیادہ کی نہ تھی۔ شہر میں انہیں نہ کوئی خاص وجاہت حاصل تھی نہ کسی بڑے قبیلہ ہی کے تھے بلکہ وہ تو ایک آزاد کردہ غلام تھے۔

امیرالمومنینؑ انہیں پاکیزہ علوم تعلیم فرماتے، انہیں اسرار کی باتوں پر مطلع کرتے یہاں تک کہ آپ اکثر و بیشتر

ابنِ زیاد کے ان ہولناک مظالم کا تذکرہ کرتے جو ان پر وہ اپنے زمانے میں ڈھانے والا تھا اور جناب میثمؓ کہا کرتے، راہِ خدا میں یہ سب بہت کم ہے۔ امیرالمومنینؑ جب تنہائی میں مناجات فرماتے یا رات کے وقت صحرا کی طرف نکلتے تو میثم آپ کے ساتھ ہوتے اور آپ کی دعائیں اور مناجات سنتے۔ (بحارالانوار ج ۹ ص ۴۷۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ میثمؓ سے آپؑ کو خاص خصوصیت تھی اور امیرالمومنینؑ انہیں ایسی باتوں سے آگاہ کرتے جن باتوں سے کسی کو آگاہ نہ فرماتے۔ تنہائی اور مناجات کے وقت امیرالمومنینؑ کے پاس بس وہی ہو سکتا تھا اور آپ کا اندازِ تعبد و خضوع و خشوع وہی مشاہدہ کر سکتا تھا جس کا ایمان و یقین مضبوط ہو، جو سراسیمگی و اضطراب کا شکار نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ ایسے اوقات میں امیرالمومنینؑ بس گنتی کے دو چار ہی اصحاب کو اپنے پاس رکھتے جیسے میثم، کمیل بن زیاد اور ان ہی جیسے دو ایک حاملین اسرار صحابہ کرام۔

امام حسنؑ و امام حسینؑ بھی میثمؓ کے ساتھ والد بزرگوار ہی جیسا برتاؤ کرتے۔ بس فرق اتنا ہوا کہ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے چند ہی مہینوں بعد امام حسنؑ و امام حسینؑ مدینہ چلے گئے اور میثم کوفہ میں رہ گئے۔ بہت ممکن ہے کہ کوفہ میں ان کا قیام ان دونوں شاہزادوں کے حکم ہی سے ہو کیونکہ کوفہ والے میثم کے

زیادہ اطاعت گزار اور ان کی باتوں کو گوش دل سے سُنا کرتے
اکثر میثم اور ان ہی جیسے دوسرے امیر المومنینؑ کے اصحاب اگر نہ
ہوتے جنہوں نے امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب کی نشر و اشاعت
میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں تو بہت ممکن ہے کہ
دشمنانِ امیر المومنین آپ کے فضائل و مناقب چھپانے میں کسی
حد تک کامیاب ہو جاتے۔

اہلِ بیتؑ اور میثمؓ

میثمؓ نے اپنے امام کو پہچانا، ان کی اطاعت کی جس طرح
اپنے پروردگار اور رسولؐ کی معرفت حاصل کرکے ان کے
اوامر و نواہی کے پابند ہوئے، امام کی اطاعت جبھی کی جب دِل
سے اِن کو دوست رکھا اور انہیں اپنی جان کا مالک و مختار سمجھا
میثمؓ ان صاحبانِ معرفت میں سے تھے جنہیں بخوبی اِس کی
واقفیت تھی کہ امامت کیا چیز ہے اور کون سزاوارِ امامت
ہے۔ وہ علی الاعلان امامت کا چرچا کیا کرتے تھے، وہ بڑی
سے بڑی رُکاوٹ کو خاطر میں نہیں لائے حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی
انہیں پروا نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبرِ خداؐ اور
امیر المومنینؑ کے بعد ائمہ طاہرینؑ برابر ان کا ذکر کیا کرتے اور
مدح و ستائش بھرے الفاظ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے
جناب ام سلمہؓ نے میثمؓ سے امام حسینؑ کے متعلق کہا کہ وہ برابر

تمہیں یاد کیا کرتے (رجال کشی)، امام محمد باقرؑ فرمایا کرتے "میں
انہیں حد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں"۔ امام جعفر صادقؑ ان
کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے اور اکثر ان کا ذکر آپ کی زبان
پر آیا کرتا۔ ظاہر ہے کہ امام ایسے ہی شخص کے لیے دعائے رحمت
کر سکتے ہیں جس کا ایمان ثابت اور جس کا علمی درجہ بہت بلند
ہو۔ یہ درجہ و منزلت تھی میثم کی ائمہ اہلِ بیتؑ کے نزدیک
جیسا کہ خود میثم کے دِل میں اِن ائمہ طاہرینؑ کی قدر و منزلت
تھی۔ ان ہی ائمہ طاہرین کی محبت میں انہوں نے جان دینا اور
سولی پر چڑھنا گوارا کیا اور اظہارِ برأت کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔

عزیز ترین شاگرد

شاگرد اپنے اُستاد کی مثال ہوا کرتا ہے، عِلم ہی میں نہیں
بلکہ اخلاق و مکارم میں بھی اس کا نمونہ ہوا کرتا ہے۔ اُستاد اپنے
شاگرد میں اپنی روحانی و علمی زندگی دیکھتا ہے اور اسے اپنے
فضائل و کمالات کا مظہر سمجھتا ہے۔ امیر المومنینؑ میثم کو حد سے
زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور محبوب رکھنا بھی چاہیئے تھا کیونکہ میثم
آپؑ کے عِلم و عمل، ارشاد و ہدایت اور رفتار و گفتار کا نمونہ
تھے۔ آپؑ کے پاکیزہ اخلاق اور خیر و صلاح کا نمونہ تھے میثمؒ
ہی جیسے اصحاب کے ذریعہ حجت قائم، دین سربلند اور شریعت
زندہ ہوئی۔ وہ آپؑ کی درس گاہ کے ہونہار شاگرد، آپ کے

علوم کے حامل، آپ کے رموز و اسرار کا مخزن تھے ایسے رموز و اسرار جن کا متحمل بس وہی شخص ہو سکتا تھا جس کے ایمان کو اللہ نے پرکھ لیا ہو۔ امیر المومنین میثم کو اتنی اہمیت دیتے، اتنی عزت و توقیر فرماتے کہ بازار میں ان کے پاس بیٹھا کرتے آنے جانے والے آپ کو دیکھتے کہ ان سے مصروفِ گفتگو ہیں، ان کو تعلیم فرما رہے ہیں، علوم الٰہیہ سے انہیں فیضیاب کر رہے ہیں۔ اہلِ علم و دیندار مومنین کی امیر المومنینؑ کی نگاہوں میں وہ قدر و منزلت تھی اور اس طرح ان سے پیش آتے جیسے انہیں میں سے ایک ہوں۔ آپ ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے اور ہر بات میں ان کو برابر کا درجہ دیتے۔

علم

خداوند عالم اور اہلِ ایمان کے نزدیک کوئی شخص علمِ دین ہی کی وجہ سے سربلند و سرفراز ہوتا ہے۔ جس کا جتنا علم ہوگا اسی لحاظ سے اس کا درجہ ہوگا۔ میثم دین و شریعت کے بیش از بیش علوم کے حامل ہونے اور علم کے مطابق عمل کرنے ہی کی وجہ سے سربلند ہوئے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ان کا بے پایاں علم اور امیر المومنینؑ سے اکتساب و استفادہ باوجودیکہ بہت مختصر مدت اس کے لیے انہیں ملی صرف اس وجہ سے تھا کہ ان کی طبیعت پاکیزہ تھی۔ اور مبدءِ فیض کی طرف سے صلاحیت و استعداد لے کر آئے تھے۔

میثم کا علمی درجہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ ان کے فرزند صالح کی اس روایت سے ہوتا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے۔ امام نے فرمایا کیا تم نے اپنے والد سے حدیثیں نہیں سنیں۔ صالح نے کہا نہیں۔ میں ان کی زندگی میں بہت کم سن تھا۔ امام محمد باقرؑ کا صریحی مطلب یہ تھا کہ میثم نے امیر المومنینؑ سے اتنے علوم حاصل کئے تھے کہ اگر صالح کو ان سے استفادہ کا موقع ملتا تو انہیں کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

علم المنایا والبلایا

یعنی موتوں کا علم اور ان واقعات و حادثات کا علم جن میں آئندہ لوگ مبتلا ہونے والے تھے۔ امیر المومنینؑ نے اپنے خاص الخاص اصحاب کو اس علم سے بہرہ مند کیا۔ میثم بھی اس علم کے امانت داروں میں سے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں کون قتل کرے گا اور کیونکر قتل کرے گا؟ وہ صرف اپنی ہی پیش آنے والی مصیبتوں سے آگاہ نہ تھے بلکہ دوسروں پر جو پیش آنے والی تھیں ان کا بھی انہیں علم تھا۔ چنانچہ بنی اسد کی بزم میں ان کی ملاقات حبیب بن مظاہر سے ہوئی، دونوں دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے، سلسلۂ گفتگو میں حبیب بن مظاہر نے کہا، میں ایک گنجے سر، بڑے شکم شخص کو دیکھ رہا ہوں جو دارالرزق

کے پاس خربوزے بیچا کرتا تھا وہ اہلِ بیت پیغمبرؐ کی محبت میں لکڑی پر سولی دیا جائے گا اور اس کا پیٹ چاک کر ڈالا جائے گا۔ میثم نے کہا، میں بھی ایک سُرخ رنگ کے انسان کو دیکھ رہا ہوں جو نواسۂ رسولؐ کی نصرت میں نکلے گا اور قتل کیا جائے گا، کوفہ میں اس کے سر کی تشہیر ہوگی۔ وہ دونوں یہ باتیں کرکے اپنی اپنی راہ نکلے۔ اس موقع پر دوسرے لوگ جوان دونوں کی گفتگو سُن رہے تھے ہنسے اور مذاق اُڑانے لگے۔ ان لوگوں نے کہا ان دونوں شخصوں سے بڑھ کر جھوٹا ہم نے نہیں دیکھا۔ ابھی مجمع پراگندہ نہیں ہوا تھا کہ رشید ہجری ان دونوں کو پوچھتے آ پہنچے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ ایسی ایسی باتیں کرکے اپنی اپنی راہ نکلے۔ رشید نے کہا، خدا رحم کرے میثم پر، وہ یہ بات بھول ہی گئے کہ حبیب بن مظاہر کا سر لانے والے کی تنخواہ میں سو روپے کا اضافہ بھی ہوگا۔ حاضرین نے کہا، خدا کی قسم! یہ تو ان دونوں سے بڑھ کر جھوٹے نکلے۔ مگر تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ یہ ساری باتیں پیش آکر رہیں۔ (رجال کشی)

ایک مرتبہ میثمؓ امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں۔ انہوں نے باآوازِ بلند کہا، اے سونے والے اٹھیے، خدا کی قسم آپ کی ریش مبارک آپ کے سر کے خون سے رنگین ہوگی (رجال کشی)

میثم کا مطلب یہ نہ تھا کہ امیرالمومنینؑ اس بات سے ناواقف تھے اور میثم آپ کو خبر دے رہے تھے بلکہ ان کا

مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ امیرالمومنینؑ کے ساتھ کیا حادثہ ہونے والا ہے اور میثمؓ کے معلومات کا بھی لوگوں کو اندازہ ہو جائے تاکہ لوگ ان کے معلومات سے فائدہ اٹھائیں۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ کے کچھ شیعہ اور میثمؓ و مختارؓ ایک ہی ساتھ ابنِ زیاد کی قید میں تھے۔ میثم نے مختار کو بتایا کہ تم عنقریب رہا ہو جاؤ گے اور ابنِ زیاد کو قتل کرو گے، تمہارے قدم اس کی پیشانی اور رخساروں کو روندیں گے۔ ابنِ زیاد نے جس دِن مختار کو قتل کرنے کے لیے قید خانہ سے نکالا، ٹھیک اسی دن یزید کے پاس سے قاصد ابنِ زیاد کے پاس یہ فرمان لے کر پہنچا کہ مختار کو رہا کر دو۔ مختار کو رہائی ملی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ تمام باتیں رونما ہو کر رہیں جو میثمؓ نے بتائی تھیں۔

(شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۱۰)

صالح بن میثمؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو خالد تمار نے بتایا میں میثم تمار کے ساتھ جمعہ کے دن دریائے فرات میں کشتی پر تھا۔ اتنے میں ہوا تیز چلنے لگی، میثم نے ہوا کو دیکھ کر کہا کشتی کو باندھ دو کہ ہوا چلنے والی ہے اسی وقت معاویہ نے انتقال کیا ہے۔ دوسرا جمعہ آنے پر شام سے ایک قاصد پہنچا، میں نے اس سے مِل کر خبر پوچھی، قاصد نے کہا معاویہ مر گیا اور لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی۔ میں نے پوچھا معاویہ کس دن مرے؟ اس نے بتایا کہ جمعہ کے دِن۔

میثم جب سولی پر چڑھائے گئے تو باآواز بلند کہا، لوگو!

جو شخص علیؑ بن ابی طالبؑ کی مخفی حدیثیں سننا چاہے وہ میرے قتل کئے جانے سے پہلے آکر سن لے۔ خدا کی قسم، میں قیامت تک پیش آنے والے واقعات اور جتنے فتنے رونما ہونے والے ہیں سب کی خبر دے سکتا ہوں۔

علم تاویل

قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل کا اصل عالم خدا اور وہ لوگ ہیں جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عِلم حاصل کیا یہی لوگ راسخون فی العلم ہیں۔ آیاتِ قرآنی کی تاویل اور کون سی آیت محکم ہے اور کون سی آیت متشابہ، یہ بس راسخون فی العلم ہی بتا سکتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے ان لوگوں کی حدیث ثقلین کے ذریعہ نشان دہی بھی کر دی کہ وہ قرآن کے ہمسر ہیں انہیں کو قرآن کا مکمل علم ہے۔ میثم تمارؓ تفسیر قرآن کے بھی عالم تھے اور انہوں نے علم تفسیر امیرالمومنینؑ سے حاصل کیا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں میثمؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی ملاقات ہوئی، میثمؓ نے کہا تفسیر قرآن کے متعلق جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو کیونکہ میں نے امیرالمومنینؑ سے پڑھا ہے اور آپ نے اس کی تاویل کی مجھے تعلیم دی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے قلم دوات منگوایا تاکہ میثمؓ جو کچھ بتاتے جائیں وہ لکھتے جائیں۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ لکھیں میثمؓ نے ان سے کہا، آپ کا کیا حال ہوگا جب کہ آپ

مجھے سولی پر لٹکا ہوا دیکھیں گے۔ ابنِ عباسؓ نے کہا، تم تو کاہنوں جیسی باتیں کرنے لگے (جو غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں) یہ کہہ کر انہوں نے کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا۔ میثم نے کہا جلدی نہ کیجئے، میں جو کچھ بتاؤں اگر وہ حق بات ہو تو اسے اختیار کیجئے گا ورنہ ترک کر دیجئے گا۔ پھر انہوں نے آیات الٰہی کی وہ تفسیر بیان کی جو انہوں نے امیرالمومنین سے سُن رکھی تھی۔ (رجال کشی ص ۵۴)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ میثم پورے قرآن کی تاویل کے عالم تھے جبھی انہوں نے ابنِ عباس سے کہا تھا، تفسیر قرآن میں جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو کیونکہ میں نے قرآن علیؑ بن ابی طالبؑ سے پڑھا ہے اور انہوں نے اس کی تاویل کی مجھے تعلیم دی ہے۔

۲۔ میثم کو جو علم حاصِل تھا وہ ابنِ عباس کو حاصِل نہ تھا۔ اسی لیے میثم جو کچھ بتاتے گئے ابنِ عباس لکھتے گئے۔

۳۔ میثم علم کے بلند درجے پر فائز تھے اور قابلِ اعتماد و وثوق تھے، اس لیے کہ ابن عباس نے ان کی بیان کردہ باتیں بغیر کسی تامل کے لکھ لیں۔

۴۔ ابنِ عباس کو موتوں اور آنے والے حادثات و واقعات کا بالکل عِلم نہ تھا ورنہ میثم کے یہ کہنے پر کہ اس دن آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ مجھے سولی پر لٹکا دیکھیں گے، وہ انکار نہ کرتے اور ان کی اس پیشین گوئی کو کہانت قرار نہ دیتے حالانکہ

ابنِ عباس نے امیر المومنینؑ کو دیکھا بھی اور اس قسم کے اسرار و رموز بیان کرتے سنا بھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان علوم کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

ثبات و استقلال

امیر المومنین علیہ السلام نے جب میثمؓ کو ان مصائب و شدائد سے آگاہ کیا جو آگے چل کر ان کو پیش آنے والے تھے تو میثمؓ نے عرض کی امیر المومنینؑ میں ان تمام مصائب پر صبر کروں گا۔ اللہ کی راہ میں یہ سب مصیبتیں تو بہت کم ہیں۔ ایک دن امیر المومنینؑ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں سولی دی جائے گی اور اسی سولی پر تمہارا دم نکلے گا۔ میثمؓ نے عرض کی مولا میں فطرت اسلام پر تو باقی رہوں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو میثم کی تمام تر نظر انجام اور آخرت پر تھی، انہیں سولی دیئے جانے کی کوئی پروا نہیں تھی۔ جب میثم گرفتار کئے گئے اور ابنِ زیاد نے انہیں سولی دیئے جانے کا حکم دیا تو انہیں پورا موقع اِس کا حاصل تھا کہ بھاگ کر اپنی جان بچائیں، کوفہ میں ان کے چاہنے والے بہت سے تھے۔ ابنائے زمانہ جس طرح زمانہ کا رنگ دیکھ کر اپنا رنگ بدل لیتے ہیں اور حکومت سے زمانہ سازی کرتے ہیں، میثم بھی کر سکتے تھے لیکن اسی وقت میثم کے کمال ایمان اور ان کی نفسیات کا شاندار مظاہرہ ہوا۔ وہ اس وقت موت

اور زندگی کے درمیان معلق تھے مگر انہوں نے ایمان پر باقی رہ کر جان دینا گوارا کیا، ان کی باتوں میں نہ نرمی آئی نہ انداز خطابت میں شانِ انکسار پیدا ہوئی۔ انہوں نے بے ڈرے جھجکے ابنِ زیاد سے کہا، امیر المومنینؑ نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تمہیں کمینہ و ناپاک بدکار عورت کا فرزند ابنِ زیاد گرفتار کرے گا۔ میثمؓ نے یہ فقرہ اس وقت کہا جب کہ انہیں یقین تھا کہ انہیں ابنِ زیاد سُولی ضرور دے کے رہے گا۔ جب ابنِ زیاد کے ملازموں نے اِن کی زبان قطع کرنی چاہی تو بولے بدکار عورت کا فرزند مجھے اور میرے مولا کو جھٹلانا چاہتا ہے۔ اسی طرح ابنِ زیاد کے یہ پوچھنے پر این ربک تمہارا پروردگار کہاں ہے؟ میثمؓ نے برجستہ کہا اللہ تعالیٰ ہر ظالم کی گھات میں ہے اور تم بھی ان ہی ظالموں میں سے ہو۔ کیا یہ تمام باتیں میثم کی صلابت ایمان اور یقینِ محکم کا ثبوت نہیں؟ ابتلاء و آزمائش کی گھڑیوں میں ایسا ہی ثبات و استقلال ہونا چاہیے۔

قوتِ قلب

دل کی قوت بھی ایمان کی قوت کا ثمرہ ہے۔ جس شخص کی آنکھوں میں اللہ بڑا ہوگا اس کی آنکھوں میں خدا کے سوا ہر چیز کمتر و حقیر ہوگی۔ جو شخص قیامت کے عقاب کو عظیم سمجھے گا۔ روزِ جزا ثواب ملنے کا یقین رکھے گا وہ اس دنیا میں پیش آنے والی ہر مصیبت

کو آسان سمجھے گا۔ یہ صفت جناب میثم میں اس دن دیکھنے میں آئی جب ابنِ زیاد نے انہیں سولی دیئے جانے کا حکم دیا۔ ابنِ زیاد انتہائی سفاک اور جلاد انسان تھا۔ خوں ریزی اس کا محبوب مشغلہ تھا، خصوصیت کے ساتھ اہل بیت طاہرینؑ اور ان سے تعلق خاطر رکھنے والوں کا تو وہ جانی دشمن تھا۔ میثم جو امیرالمومنینؑ کے عزیز ترین شاگرد تھے، جو بہ بانگ دہل آپ کی محبت و ولایت کا اعلان کرتے پھرتے، آپ کے فضائل و کمالات کی نشر و اشاعت کرتے، ان کو ابنِ زیاد کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ بس ایک ہی چیز ابنِ زیاد کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھ سکتی تھی وہ یہ کہ میثم امیرالمومنینؑ سے بیزاری کا اعلان کریں لیکن میثمؓ ایسے صادق الایمان اور قوی دِل والے انسان کے لیے اور سب کچھ ممکن تھا مگر امیرالمومنینؑ سے بیزاری کا اظہار ناممکن تھا۔ خصوصیت کے ساتھ ایسی صورت میں جبکہ امیرالمومنینؑ نے اظہارِ بیزاری سے ممانعت بھی فرما دی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا اگر کوئی مجھے گالیاں دینے پر مجبور کرے تو تم گالیاں دے دینا، یہ میرے لیے پاکیزگی اور تمہارے لیے باعثِ نجات ہو گی لیکن اگر کوئی مجھ سے اظہارِ بیزاری پر تمہیں مجبور کرے تو ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں فطرتِ اسلام پر پیدا ہوا اور سب سے پہلے ایمان بھی لایا اور ہجرت بھی کی۔ ابنِ زیاد نے میثم کو مجبور کیا کہ وہ امیرالمومنینؑ سے بیزاری کا اظہار کریں۔ میثم نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا ابن زیاد نے کہا تمہیں

بہرحال علی بن ابی طالب سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان کے معائب بیان کرنا ہوں گے ورنہ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر چڑھا دوں گا۔ میثمؓ نے کہا میرے مولیٰ علی بن ابی طالبؑ مجھے پہلے ہی خبر دے چکے ہیں کہ میرے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور مجھے سولی دی جائے گی میں نے آپ سے پوچھا تھا، یہ ساری باتیں کس شخص کے ذریعہ عمل میں لائی جائیں گی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تھا عبیداللہ بن زیاد۔

کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس قوت قلب اور ہمت و جرأت کا؟ میثم ابنِ زیاد کے منہ پر اسے ایسا سخت جواب دے رہے ہیں اور اس کے حسب و نسب کا پول بھی کھولے دے رہے ہیں۔ میثمؓ سولی پر چڑھے اسی طرح لوگوں سے امیرالمومنینؑ اور اہلِ بیت طاہرینؑ کے فضائل اور ان کے دشمنوں کے معائب بیان کرتے رہتے سولی پر چڑھ کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح تقریر کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ کام تو ایسے ہی کامل الایمان بندے کر سکتے ہیں جو نہ موت کو خاطر میں لاتے ہیں نہ انہیں اس بات کی پروا کہ کس طرح موت آئے گی۔ ان کے دِل میں تو بس خوف الٰہی کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ موت کو فنا کے گھر سے بقا کے گھر تک اور مصیبت و بدحالی سے خوش بختی و سعادت تک جانے کے لیے ایک پل سمجھتے ہیں۔

(میثم تمار مولفہ محمد حسین المظفری مترجمہ مولانا محمد باقر النقوی مرحوم)

حق کے داعی جناب میثمؓ کا یقین اور شہادت

جنابِ میثمؓ بیان کرتے تھے کہ ایک روز حضرت امیرالمومنینؑ نے مجھے بلایا اور فرمایا، کیوں میثم اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب بنی امیہ کا حاکم ابنِ زیاد تمہیں طلب کرکے کہے گا کہ مجھ سے تبرا کرو۔ میں نے عرض کی خدا کی قسم میں حضور سے تبرا نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا تب وہ تم کو قتل کرکے سولی دے دے گا۔ میں نے عرض کیا، کیا مضائقہ ہے، میں صبر کروں گا کہ راہِ خدا میں یہ معمولی بات ہے۔ حضرت نے فرمایا اے میثم اگر تم صبر کروگے تو بروزِ قیامت میرے ساتھ میرے ہی درجہ میں رہوگے۔

اس کے بعد میثمؓ اپنی قوم کے چودھری کی طرف سے گزرتے اور اس سے کہنے لگے، اے بھائی! میرے پیشِ نظر وہ زمانہ ہے جب تم کو بنی امیہ کا حاکم ابنِ زیاد بلاکر میری گرفتاری کو بھیجے گا اور چند روز تک تم مجھے طلب کرتے رہوگے۔ پھر جب میں آؤں گا تو مجھے تم اس کے پاس پہنچا دوگے جس کے بعد وہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے پر قتل کرے گا۔ جب چوتھا دن ہوگا تو میری ناک کے دونوں نتھنوں سے تازہ خون جاری ہوگا۔

عمرو بن حریث کے مکان سے متصل کھجور کا ایک درخت تھا، جناب میثم اکثر اس درخت کے پاس سے گزرتے

اور اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرکے کہتے، اے درخت! تو اسی لئے غذا پا رہا ہے کہ میں تجھ پر سولی دیا جاؤں اور میں اسی لیے غذا پا رہا ہوں کہ تجھ پر سولی پاؤں۔ آپ عمرو بن حریث کے پاس سے بھی گزرتے اور اس سے کہتے، اے عمرو! جب میں تمہارے پڑوس میں آؤں گا تو میرے ساتھ اچھے پڑوسی کا برتاؤ کرنا۔ عمرو بن حریث اس کا اصلی مطلب نہیں سمجھتا اور خیال کرتا کہ معلوم ہوتا ہے میثم اس محلہ میں کوئی مکان خریدنا چاہتے ہیں اس وجہ سے ان کو جواب دیتا کہ سبحان اللہ! تم اس محلہ میں آؤ گے تو مجھے کیسی خوشی ہوگی۔ اس کے بعد میثم حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ ان کے جانے پر ابنِ زیاد نے ان کے محلہ کے اسی چودھری کو بلا کر کہا، میثم کو گرفتار کر لاؤ۔ اس نے بیان کیا وہ تو مکہ معظمہ گئے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا، یہ سب میں نہیں جانتا، اگر تم ان کو نہیں لاؤ گے تو میں تم کو قتل کردوں گا۔ چودھری نے اس کام کے لیے کچھ مہلت طلب کی، ابن زیاد نے مہلت دے دی جس کے بعد وہ چودھری میثمؓ کے انتظار میں شہر قادسیہ کی طرف چلا گیا۔ میثم مکہ سے واپس آکر دربار ابن زیاد میں پہنچے تو اس نے پوچھا تم ہی میثم ہو؟ انہوں نے کہا میں ہی میثم ہوں۔ اس نے کہا ابو تراب سے تبرا کرو۔ انہوں نے کہا میں ابو تراب کو کیا جانوں؟ کہا علی بن ابی طالب سے تبرا کرو۔ میثم نے کہا اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا؟ کہا خدا کی قسم، میں تمہیں ضرور قتل کردوں گا۔ آپ نے جواب دیا میرے مولا و آقا تو مجھے

پہلے سے خبر دیتے تھے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور عمرو بن
حریث کے دروازے پر سولی بھی دے گا اور جب چوتھا دن
آئے گا تو میری ناک کے دونوں نتھنوں سے تازہ خون جاری
ہو جائے گا۔

ابن زیاد کے حکم سے آپ سولی پر چڑھا دیئے گئے۔ آپ نے اسی طرح سولی پر چڑھتے ہوئے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ جو تمہیں پوچھنا ہو مجھ سے میرے قتل ہونے کے پہلے پوچھ لو، خدا کی قسم قیامت تک جتنی باتیں ہونے والی ہیں وہ سب میں تم کو بتا سکتا ہوں اور جو کچھ فتنہ و فساد ہوں گے ان سب کی خبر بھی دے دوں گا لوگوں نے آپ سے پوچھا اور آپ ابھی ان کو ایک بات ہی بتا نہیں پائے تھے کہ ابن زیاد کا آدمی آیا اور ایک لگام آپ کے منہ میں لگا دی۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے منہ میں اس وقت لگام لگائی گئی جب آپ سولی پر تھے۔ چنانچہ اس لگام کی وجہ سے آپ کی زبان رک گئی اور پھر کوئی بات آپ نہ بیان کر سکے۔

حضرت امام علی رضاؑ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میثمؓ حضرت امیرالمومنینؑ کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو معلوم ہوا۔ آپ سوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت کو بیدار کیا اور عرض کی، حضور کی داڑھی حضور کے سر کے خون سے سرخ کی جائے گی۔ حضرت نے فرمایا سچ کہتے ہو اور تمہارے دونوں ہاتھ پاؤں اور زبان بھی کاٹ دی جائے گی اور کھجور کا وہ درخت بھی کاٹا جائے گا جو کناسہ میں ہے۔ اس

کے چار ٹکڑے کیے جائیں گے، ایک ٹکڑے پر تم کو سولی دی جائے گی دوسرے پر حجر بن عدی کو، تیسرے پر محمد بن اکثم کو اور چوتھے پر خالد بن مسعود کو۔ میثم کہتے تھے کہ حضرت کی ان باتوں پر مجھے شک ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ حضرت ہم لوگوں سے غیب کی باتیں بیان کر رہے ہیں اور حضرت سے عرض کی، حضور کیا واقعاً یہ باتیں ہونے والی ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا کیونکہ حضرت رسول خداؐ مجھے اسی طرح خبر دے گئے ہیں۔ میں نے عرض کی میری یہ سزا کس جرم میں ہوگی۔ حضرت نے فرمایا اس لیے کہ ابن زیاد تمہیں گرفتار کرے گا اور مجھ سے تبرا کرنے کو کہے گا، تم نہیں کرو گے۔

میثم یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت جبانہ کی طرف تشریف لے جانے لگے، میں بھی ساتھ تھا، وہاں سے حضرت محلہ کناسہ کے اسی کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو مجھ سے فرمانے لگے، اے میثم! تمہارے اور اس درخت کے درمیان بڑا تعلق ہے۔
میثم کہتے تھے کہ جب۔ (حضرت امیرالمومنینؑ کے بہت دنوں بعد) ابن زیاد کوفہ کا حاکم بنایا گیا اور وہ اس محلہ میں پہنچا تو اس کا علم محلہ کناسہ کے اسی کھجور کے درخت سے لپٹ کر پھٹ گیا۔ اس نے اس سے فال بد لی اور حکم دیا کہ وہ درخت کاٹ دیا جائے تب اس درخت کو ایک شخص نے خرید لیا اور اس کے چار ٹکڑے کر ڈالے۔ میثم کہتے تھے کہ میں نے اپنے بیٹے صالح سے کہا کہ لوہے کی ایک کیل لاؤ اور اس پر میرا اور میرے والد کا نام لکھ

کہ اس درخت کی کسی شاخ میں ٹھونک دو۔ جب اس واقعہ کو
کچھ دِن گزر گئے اور میں ابنِ زیاد کے پاس گیا تو عمرو بن حریث
نے ابنِ زیاد سے کہا، اے امیر! آپ اس کو پہچانتے ہیں؟ اِس
نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا (معاذ اللہ) کذاب علی بن ابی طالب
کا کذاب غلام میثم تمار ہے۔ یہ سنتے ہی ابنِ زیاد برابر ہو بیٹھا اور مجھ
سے پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ (عمرو بن حریث) بالکل غلط
کہتا ہے بلکہ میں صادق ہوں اور میرے مولا و آقا علیؑ ابن ابی طالب
بھی صادق تھے۔ اس نے کہا اچھا تم علی سے تبرا کرو، انکی برائیاں
بیان کرو، عثمان کو دوست رکھو اور ان کی خوبیاں بیان کرو ورنہ
میں تمہارے دونوں ہاتھ کٹوا کر تم کو سولی دے دوں گا۔ یہ سُنتے
ہی میں رونے لگا، ابنِ زیاد نے کہا، ابھی تو تم قتل نہیں کئے گئے
صرف قتل کی دھمکی سُنتے ہی رونے لگے۔ میں نے کہا، خدا کی
قسم، میں اپنے قتل کی خبر سے نہیں روتا بلکہ اپنے اس شک کی
وجہ سے روتا ہوں جو مجھے اس روز ہو گیا تھا جس دن میرے
آقا میرے مولا، میرے سَردار نے میرے متعلق مجھے خبر دی تھی۔
ابنِ زیاد نے پوچھا، انہوں تمہیں کس بات کی خبر دی تھی؟ میں نے
کہا حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ پاؤں اور زبان
کاٹ دی جائے گی اور میں سولی دے دیا جاؤں گا۔ میں نے
پوچھا تھا کہ حضور کون مجھ پر یہ ظلم کرے گا؟ حضرتؑ نے فرمایا
تھا کہ ظالم ابن زیاد یہ سنتے ہی ابنِ زیاد غصہ سے بھوت ہو گیا

پھر کہا خدا کی قسم میں تمہارے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دونگا
اور تمہاری زبان چھوڑ دوں گا کہ دُنیا سمجھ لے تم بھی جھوٹے ہو
اور تمہارے مولا بھی جھوٹے تھے۔

غرض میثم تمار کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کو سولی
دی گئی۔ اس پر انہوں نے بلند آواز سے کہا لوگو! جو شخص حضرت
علیؑ کی راز والی حدیثیں سننی چاہے وہ جلد آ کر سن لے۔ لوگ
وہاں جمع ہو گئے اور میثم تمار ان سے حضرت کی عجیب و غریب
حدیثیں بیان کرنے لگے۔ اتنے میں عمرو بن حریث اِدھر سے
گزرا تو پوچھا، یہ کیسی بھیڑ ہے؟ لوگوں نے کہہ دیا کہ میثمؒ حضرت
علیؑ کی حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً پلٹ
گیا اور جا کر ابنِ زیاد سے کہا، حضور! جلد کسی کو بھیج کر میثمؓ
کی زبان کٹوا دیجئے ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں سے
کوفہ والوں کے دِل آپ لوگوں کی طرف سے پھیر دے گا اور
لوگ حضور سے بغاوت کر بیٹھیں گے۔ یہ سُنتے ہی ابنِ زیاد نے
ایک جلاد سے کہا کہ جا اور ابھی میثمؓ کی زبان کاٹ آ۔ وہ فوراً ان
کے پاس پہنچا اور کہا میثم! انھوں نے پوچھا کیا کہتے ہو؟ کہا اپنی زبان
نکالو کہ امیر ابنِ زیاد نے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سُنتے ہی
میثم خوشی سے جھومنے لگے اور کہا، کیا وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ
میری بات کو بھی جھوٹی کر دے گا اور میرے آقا و مولا کی خبر کو
بھی غلط ثابت کرے گا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ حضرتؑ کی بات غلط ہو جائے

اَب میری زبان خوشی سے کاٹ لے ۔ غرض جلاد نے آپ کی زبان کاٹ ڈالی، جس کے بعد اس کثرت سے ان کا خون بہا کہ وہ فوراً مر گئے اور سولی پر چڑھا دیئے گئے ۔ صالح بیان کرتے تھے اس واقعہ کے چند دنوں بعد میں وہاں گیا تو دیکھا کہ وہ اس کھجور کی اسی شاخ پر سولی دیئے گئے ہیں جس میں میں نے ان کا نام لکھ کر کیل ٹھوک دی تھی ۔ آپ کی خبریں بالکل سچی ہوتی تھیں ۔ (تاریخ الائمہ ص ۲۳۲ تا ۲۳۴)

روزِ شہادت

تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ میثم امام حسینؑ کے عراق پہنچنے سے دس روز پہلے شہید ہوئے ۔ امام حسینؑ ۲ محرم کو وارد کربلا ہوتے تھے ۔ اس بنا پر ۲۲ ذی الحجہ کو وہ قتل کیۓ گئے لیکن چونکہ سولی پر چڑھائے جانے کے دو دن بعد میثم کی روح نے قفص عنصری سے پرواز کی تھی اس لیے ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ ۲۰ ذی الحجہ کو سولی پر چڑھائے گئے اور ۲۲ کو اِن کا دم نکلا ۔ اور چونکہ امام کی شہادت جمعہ کے دِن ہوئی اِس لیے آپ عراق جمعرات کو پہنچے ہوں گے اور میثم بروزِ یکشنبہ سولی پر چڑھائے گئے اور بروزِ سہ شنبہ انکی رحلت ہوئی ۔

میثم کا دفن

کھجور کے سات تاجروں نے آپس میں طے کیا کہ میثم رضؓ

کو رات میں دفن کر ڈالیں ۔ پہرہ دار اس لکڑی کے گرد پہرہ دے رہے تھے جس پر میثم کو سولی دی گئی تھی ۔ ان تاجروں نے آگ روشن کر دی اور اسکی آڑ میں پوری لکڑی کو اُٹھا کر لے گئے ۔ لاش انہوں نے قبیلہ مُراد کے چشمہ کے سرے پر دفن کر دی اور لکڑی کو کسی کھنڈر میں ڈال دیا ۔ صبح کو ابنِ زیاد نے اپنے سپاہی تلاش کے لیے بھیجے مگر ان کے کچھ ہاتھ نہیں لگا ۔ (میثم تمار مولفہ محمد حسین المظفری)

میثم کی قبر

میثم کا جہاں آج مقبرہ بنا ہوا ہے بے شمار دلائل و شواہد بتاتے ہیں کہ اسی میں وہ مدفون ہیں ۔ شروع سے لے کر آج تک لوگ اسی کو انکی قبر قرار دیتے ہیں ۔ کوفہ میں سیکڑوں ہی صحابہؓ تابعین اور اولیاء و صالحین اور علوی سادات مرے اور دفن ہوتے، سوائے چند قبروں کے بقیہ قبروں کا آج پتہ نہیں ۔ میثم کی قبر پر ایک قبہ بنا ہوا ہے لیکن مسجد کوفہ کے مجاورین جن میں بہت سے اسّی کی عمر تک پہنچ چکے ہیں وہ بھی یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ قبہ کب بنا قبہ کے نیچے اور پوری عمارت میں کوئی تحریر نہیں جس سے اس کا سالِ تعمیر معلوم ہو سکے ۔ میثم کی قبر ہمیشہ سے شیعوں کی زیارت گاہ رہی ۔ اس قبر پر ایک خادم مقرر ہے

میثم کی اولاد

میثم کو خداوند عالم کی طرف سے کئی ایک صالح و نیکوکار بیٹے اور پوتے عطا ہوئے۔ مورخین نے ان کے چھ فرزندوں کے نام لکھے ہیں۔ محمد، شعیب، صالح، علی، عمران اور حمزہ۔

محمد کا رجال کی کتابوں میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ان ہی محمد نے اپنے والد میثم سے اور محمد کے فرزند علی نے جناب ابوطالبؑ کے اسلام کے متعلق روایت کی۔ نیز میثم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے والد داداؤں نے مرتے دم تک سوا خدا کے کسی کی عبادت نہیں کی۔ علامہ ابن حجر نے اس روایت کو بسلسلہ حالات ابی طالب اصابہ میں نقل کیا ہے اور سلسلۂ حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ خالص شیعی سلسلہ ہے۔

دوسرے فرزند شعیب کو شیخ طاب ثراہ نے اصحاب امام جعفر صادقؑ میں شمار کیا ہے۔ ان کے فرزند یعقوب ہوئے جو بہت مشہور بزرگ ہیں۔

تیسرے فرزند صالح تھے جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے شیخ طاب ثراہ نے انہیں امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ علامہ کے خلاصہ میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے ان صالح سے کہا، میں تمہیں بھی اور تمہارے والد کو بھی انتہائی دوست رکھتا ہوں۔ ان ہی نے

امام محمد باقرؑ سے درخواست کی تھی کہ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے امام نے فرمایا تھا کیا تمہارے والد نے تمہیں تعلیم نہیں دی؟ صالح نے کہا نہیں، کیونکہ میں ان کی زندگی میں بہت چھوٹا تھا۔

چوتھے فرزند علی تھے جن کے متعلق عون بن محمد کندی کا بیان ہے کہ ائمہ کے حالات و اخبار کا ان سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہ تھا۔

پانچویں فرزند عمران کو شیخ طاب ثراہ نے امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے

چھٹے فرزند حمزہ کا ہمارے علمائے رجال نے ذکر نہیں کیا۔

ادارہ کی صرف کربلا والوں پر پیش کردہ ۲۰ کتابیں

شہزادہ علی اصغرؑ دو ایڈیشن	سوانح عابس شاکریؒ دو ایڈیشن	سوانح زہیر بن قینؒ دو ایڈیشن	سوانح ہلال بن نافعؒ دو ایڈیشن
سوانح عون ابنِ علیؑ تین ایڈیشن	سوانح حضرت عباسؑ	سوانح حضرت حرؒ	سوانح زعفر جنؒ
سوانح حبیب ابنِ مظاہرؑ اسدی تین ایڈیشن	سوانح حضرت زینب کبریٰؑ	سوانح یزید بن کندیؒ دو ایڈیشن	سوانح بریر ہمدانیؒ دو ایڈیشن
سوانح مسلم بن عوسجہؑ دو ایڈیشن	سوانح حسینؑ	سوانح عثمان بن علیؒ دو ایڈیشن	سوانح سکینہ بنتِ حسینؑ تین ایڈیشن
سوانح جون غلام ابی ذرؒ	مختصر سیرت شہزادہ علی اکبرؑ کے شبہات کا جواب	قاسمؑ ابنِ حسنؑ اور عروسیِ قاسم پر دو جلدیں عباس برانوار کی چھپی ہوئی چھٹی جلد زیر تصنیف ہے	سوانح مسلم بن عقیلؑ دو ایڈیشن

ناشر: رحمت اللہ بک ایجنسی بالمقابل بڑا امام بارگاہ میٹھادر کراچی ۷۴۰۰۰